ہمسایہ کے حقوق

از

علامہ سید سلیمان ندویؒ

ناشر

اصلاح معاشرہ کمیٹی

ندوۃ العلماء، ٹیگور مارگ، لکھنؤ

ہمسایہ کے حقوق

از

علامہ سید سلیمان ندویؒ

ناشر

اصلاح معاشرہ کمیٹی

ندوۃ العلماء، ٹیگور مارگ، لکھنؤ

سلسلہ مطبوعات نمبر (۱۷)

نام کتاب ہمسایہ کے حقوق

مؤلف علامہ سید سلیمان ندویؒ

صفحات ۸

تعداد دس ہزار

سن اشاعت جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ / مارچ ۲۰۱۳ء

ناشر

اصلاح معاشرہ کمیٹی

ندوۃ العلماء، ٹیگور مارگ، لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہمسایہ کے حقوق

ہمسایہ اور پڑوسی وہ دو آدمی ہیں جو ایک دوسرے کے قریب رہتے اور بستے ہیں، انسانیت اور اس کے تمدن کی بنیاد باہمی اشتراک عمل، تعاون اور موالات پر قائم ہے، اس دنیا میں ہر انسان دوسرے انسان کی مدد کا محتاج ہے، اگر ایک بھوکا ہے تو دوسرے پر حق ہے کہ اپنے کھانے میں سے اس کو بھی کھلائے، اگر ایک بیمار ہے تو جو تندرست ہو اس کی تیمارداری کرے، ایک پر اگر کوئی مصیبت آئے تو دوسرا اس کا شریک اور ہمدرد بنے، اور اس اخلاقی نظام کے ساتھ انسانوں کی مجموعی آبادی باہمی محبت اور حقوق کی ذمہ داریوں کی گرہ میں بندھ کر ایک ہو جائے، ہر انسان بظاہر جسمانی اور مادی حیثیت سے جتنا ایک دوسرے سے علاحدہ اور بجائے خود مستقل ہے، اخلاقی اور روحانی حیثیت سے فرض ہے کہ وہ اتنا ہی زیادہ ایک دوسرے سے ملا ہوا، اور ایک کا وجود دوسرے کے وجود سے اتنا ہی پیوستہ ہو، اسی لیے ہر مذہب نے ان دونوں انسانوں پر جو ایک دوسرے کے قریب آباد ہوں، آپس میں محبت اور امداد کی ذمہ داری رکھی ہے کہ وہی وقت پر اوروں سے پہلے ایک دوسرے کی مدد کو پہنچ سکتے ہیں۔

ایک اور نکتہ یہ ہے کہ انسان کو اسی سے تکلیف اور دکھ پہنچنے کا اندیشہ بھی زیادہ ہوتا ہے جو ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہوتے ہیں، اس لیے ان کے باہمی تعلقات خوشگوار اور ایک کو دوسرے سے ملائے رکھنا ایک سچے مذہب کا سب سے بڑا فرض ہے، تاکہ برائیوں کا سدباب ہو کر یہ پڑوس دوزخ کے بجائے بہشت کا نمونہ ہو، اور ایک دوسرے کی محبت اور مدد پر بھروسہ کر کے گھر سے باہر نکلے اور گھر میں قدم رکھے۔

اسلام نے ان ہی اصولوں کو سامنے رکھ کر ہمسائیگی کے حقوق کی دفعات بنائی ہے، عربوں میں دوسری قوموں سے زیادہ اسلام سے پہلے بھی پڑوس اور ہمسائیگی کے حقوق نہایت اہم تھے، بلکہ وہ عزت اور افتخار کا موجب تھے، اگر کسی عرب کے پڑوسی پر کوئی ظلم ہو جائے تو وہ دوسرے پڑوسی کے لیے بے غیرتی اور عار کا موجب تھا اور اس لیے اس کی خاطر لڑنے مرنے کو وہ اپنی شرافت کا نشان سمجھتا تھا، اسلام نے آکر عربوں کے اس احساس

کو چند ترمیمات اور اصلاحات کے ساتھ اور زیادہ قوی کردیا۔

وحیِ محمدیؐ نے ہمسایہ کے پہلو بہ پہلو ایک اور قسم کے ہمسایہ کو جگہ دی ہے، جس کو عام طور سے پڑوسی اور ہمسایہ نہیں کہتے، مگر وہ ہمسایہ ہی کی طرح اکثر ساتھ ہوتا ہے، جیسے ایک سفر کے دو رفیق، ایک مدرسہ کے دو طالب علم، ایک کارخانہ کے دو ملازم، ایک استاد کے دو شاگرد، ایک دوکان کے دو شریک کہ یہ بھی درحقیقت ایک طرح کی ہمسائگی ہے، اور اس کا دوسرا نام رفاقت اور صحبت ہے، ان سب قسموں کے ہمسایوں میں تقدم اس کو حاصل ہے، جس کو ہمسایہ ہونے کے علاوہ قرابت یا ہم مذہبی کا یا کوئی اور دوہرا تعلق بھی ہو، قرآن پاک نے یہ تصریح پوری طرح کی ہے، ارشاد ہے:

﴿وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ﴾ (۱)

(اور (خدا نے) ہمسایہ قریب اور ہمسایہ بیگانہ اور پہلو کے ساتھی کے ساتھ (نیکی کا حکم دیا ہے)۔

اس "القربی" اور "الجنب" کے معنوں میں اہل تفسیر نے اختلاف کیا ہے، ایک کہتا ہے کہ "قریب" کے معنی رشتہ دار عزیز اور "بیگانہ" کے معنی غیر اور اجنبی کے ہیں، دوسرے کی رائے ہے کہ "نزدیک" کے معنی ہم مذہب کے ہیں اور "دور" سے مطلب دوسرے مذہب والے ہیں، جیسے یہودی، عیسائی، مشرک وغیرہ، (۲) لیکن حقیقت میں یہ اختلاف بے معنی ہے، تعلیم محمدیؐ کا منشا یہ ہے کہ پڑوسیوں اور ہمسایوں میں ان کو ترجیح دیجائیگی جن کے ساتھ اس پڑوس اور ہمسائگی کے علاوہ محبت اور رابطہ کا کوئی دوسرا تعلق بھی موجود ہو، وہ خواہ قرابت اور عزیزداری ہو یا ہم مذہبی ہو یا کسی اور قسم کی رفاقت ہو، بہر حال حق کے ساتھ دوہرے تعلقات کو اکہرے تعلق پر ترجیح حاصل ہے۔

اس حکم الٰہی کی تفسیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف طریقوں سے فرمائی، سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ایمان کا براہ راست اثر اور نتیجہ فرمایا، ایک دن صحابہؓ کے مجمع میں آپ تشریف رکھتے تھے، کہ ایک خاص دلنشیں انداز سے فرمایا "خدا کی قسم وہ مومن نہ ہوگا، خدا کی قسم وہ مومن نہ ہوگا، خدا کی قسم وہ مومن نہ ہوگا۔" جاں نثاروں نے پوچھا

(۱) سورۂ نساء/۶ (۲) ابن جریر طبری

''کون یارسول اللہ!'' فرمایا ''وہ جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہیں۔'' (۱)

ایک اور موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو خدا اور روز جزاء پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ اپنے پڑوسی کی عزت کرے۔'' (۲)

اور ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص خدا اور روز جزاء پر اعتقاد رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو کوئی تکلیف نہ دے۔'' (۳)

ایک اور موقع پر اس کو تقرب الٰہی کا ذریعہ ظاہر کیا، ارشاد فرمایا: ''خدا کے نزدیک ساتھیوں میں بہتر وہ ہے جو اپنے ساتھی کے لیے بہتر ہے، اور پڑوسیوں میں بہتر وہ ہے جو اپنے پڑوسی کے لیے بہتر ہے۔'' (۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین حضرت عائشہؓ کی تعلیم کی غرض سے ان سے فرمایا کہ ''حضرت جبرئیل نے مجھے پڑوسی کے حقوق کی اتنی تاکید کی کہ میں سمجھا کہ کہیں ان کو وراثت کا حق نہ دلا دیں۔'' (۵)

حقیقت میں یہ اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ ہمسایوں کا تعلق رشتہ داروں کے تعلق کے قریب قریب پہنچ جاتا ہے۔

پڑوسیوں میں محبت کی ترقی اور تعلقات کی استواری کا بہترین ذریعہ باہم ہدیوں اور تحفوں کا تبادلہ ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی بیویوں کو اس کی تاکید فرمایا کرتے تھے، اسی بناء پر ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے پوچھا ''یارسول اللہ! میرے دو پڑوسی ہیں تو میں ان میں سے کس کے پاس بھیجوں؟'' فرمایا ''جس کے گھر کا دروازہ تمہارے گھر سے زیادہ قریب ہو۔'' (۶)

اس ہدیہ اور تحفہ کے لیے کسی بیش قیمت چیز کی ضرورت نہیں بلکہ کھانے پینے کی معمولی چیزیں بھی اس کے لیے کافی ہیں، کچھ نہ ہو سکے تو گوشت کا شوربا ہی ہو، اور وہ زیادہ پانی بڑھا کر ہی کیوں نہ ہو، اپنے ایک توکل پیشہ صحابی حضرت ابوذرؓ کو نصیحت فرمائی کہ ''اے ابوذر! جب شوربا پکاؤ تو پانی بڑھا دو اور اس سے اپنے ہمسایہ کی خبر گیری کرتے رہو۔'' (۷)

ان تحفوں کے بھیجنے کا زیادہ موقع عورتوں کو پیش آتا ہے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ

---

(۱) بخاری۔ (۲) ایضاً۔ (۳) ایضاً۔ (۴) ترمذی۔ (۵) بخاری۔ (۶) ایضاً۔ (۷) مسلم۔

وسلم نے خصوصیت کے ساتھ عورتوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ "اے مسلمانوں کی بیویو! تم میں سے کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کے لیے حقیر نہ سمجھے اگرچہ بکری کی کھر ہی کیوں نہ ہو۔" (۱)

یہ نصیحت دونوں بیویوں کے لیے ہے یعنی نہ تو بھیجنے والی بیوی اپنے معمولی تحفہ کو حقیر سمجھ کر اپنی پڑوسن کو نہ بھیجے اور نہ دوسری بیوی اس معمولی تحفہ کو دیکھ کر اس کی حقارت کرے۔

ایک مسلمان کی مروت اور شرافت کا یہ اقتضا نہیں کہ خود آرام سے رہے اور اپنے پڑوسی کے رنج و تکلیف کی پروا نہ کرے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مومن وہ نہیں جو خود سیر ہو اور اس کا پڑوسی اس کے پہلو میں بھوکا رہے۔" (۲)

برائی برائی ہے جہاں بھی ہو، اور گناہ گناہ ہے جہاں بھی سرزد ہو، لیکن اگر وہ اس جگہ ہو جہاں لازمی طور سے نیکی ہونی چاہیے تھی، تو ظاہر ہے کہ اس گناہ اور برائی کا درجہ عام گناہوں اور برائیوں سے بدرجہا زیادہ ہے، بدقسمت انسان چوری ہر جگہ کر سکتا ہے مگر ظاہر ہے کہ پڑوس کے مکان میں چوری کرنا کتنا برا ہے، بدکاری ہر جگہ اس سے ممکن ہے مگر پڑوس کے گھر میں جہاں دن رات کی آمد و رفت ہے اور جہاں کے مرد پڑوس کے شریف مردوں پر بھروسہ کر کے باہر جاتے ہیں، اخلاقی خیانت کس قدر شرمناک ہے، اسی لیے توریت میں یہ حکم تھا:

"تو اپنے پڑوسی پر جھوٹی گواہی مت دے، تو اپنے پڑوسی کے گھر کا لالچ مت کر، تو اپنے پڑوسی کی جورو اور اس کے غلام اور اس کی لونڈی اور اس کے بیل اور اس کے گدھے اور کسی چیز کا جو تیرے پڑوسی کی ہے، لالچ نہ کر۔" (۳) "تو اپنے پڑوسی سے دغابازی نہ کر، نہ اس سے کچھ چھین لے۔" (۴)

اسلام نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان حکمت سے اس اگلی تعلیم کی تکمیل ان الفاظ میں فرمائی جن میں توریت کی طرح صرف ممانعت پر بس نہیں کی ہے، بلکہ اس کو دس گنا زیادہ برابر کر کے دکھایا، ایک سوال کے جواب میں فرمایا:

"زنا حرام ہے، خدا اور رسول نے اس کو حرام کیا ہے، لیکن دس بدکاریوں سے بڑھ کر بدکاری یہ ہے کہ اپنے پڑوسی کی بیوی سے بدکاری کرے، چوری حرام ہے، خدا اور رسول نے اس کو حرام کیا ہے لیکن دس گھروں میں چوری کرنے سے بڑھ کر

(۱) بخاری۔ (۲) مشکوٰۃ و بخاری۔ (۳) خروج/ ۱۷-۲۰۔ (۴) احبار/ ۱۳-۱۹۔

یہ ہے کہ کوئی اپنے پڑوسی کے گھر سے کچھ چرا لے۔"(۱)

دو صحابیہ تھیں، جن میں سے ایک رات بھر نمازیں پڑھا کرتیں، دن کو روزے رکھتیں، صدقہ وخیرات بہت کرتیں، مگر زبان کی تیز تھیں، زبان سے پڑوسیوں کو ستاتی تھیں، لوگوں نے ان کا حال آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تو فرمایا "ان میں کوئی نیکی نہیں، ان کو دوزخ کی سزا ملے گی، پھر صحابہؓ نے دوسری بیوی کا حال سنایا، جو صرف فرض نمازیں پڑھ لیتیں اور معمولی صدقہ دے دیتیں، مگر کسی کو ستاتی نہ تھیں، فرمایا "یہ بیوی جنتی ہوگی۔"(۲)

حضرت مسیحؑ نے فرمایا تھا: "تو اپنے پڑوسی کو ایسا پیار کر جیسا کہ اپنے کو۔"(۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تکمیل تعلیم میں نہ صرف یہ کہ پڑوسی کو خود اپنے مانند پیار کرنے پر قناعت فرمائی، بلکہ جو نہ کرے اس کی سب سے بڑی دولت یعنی ایمان کے چھن جانے کا خطرہ ظاہر فرمایا، ارشاد ہے:

"تم میں کوئی مومن نہ ہوگا جب تک اپنے پڑوسی کی جان کے لیے وہی پیار نہ رکھے جو خود اپنی جان کے لیے پیار رکھتا ہے۔"(۴)

اس سے بڑھ کر یہ کہ اپنی جان کی محبت نہیں، بلکہ خدا اور رسول کی محبت کا اس کو معیار قرار دیا، فرمایا:

"جس کو یہ پسند نہ ہو کہ خدا اور اس کا رسول اس کو پیار کرے یا جس خدا اور اسکے رسول کی محبت کا دعویٰ ہو تو اسکو چاہئے کہ وہ اپنے پڑوسی کا حق ادا کرے۔"(۵)

اسی لیے فرمایا کہ قیامت کے دن بارگاہ الٰہی میں سب سے پہلے وہ دو مدعی اور مدعا علیہ پیش ہوں گے، جو پڑوسی ہوں گے۔(۶) انسان کی خوش خلقی اور بد خلقی کا سب سے بڑا معیار یہ ہے کہ اس کو وہ اچھا کہے جو اس سے سب سے زیادہ قریب ہو، چنانچہ ایک دن صحابہ نے پوچھا کہ یارسول اللہ! ہمیں کیسے معلوم ہو کہ ہم اچھا کر رہے ہیں یا برا؟ فرمایا "جب اپنے پڑوسی کو تم اپنی نسبت اچھا کہتے سنو تو سمجھو کہ اچھا کر رہے ہو، اور جب برا کہتے سنو تو سمجھ لو کہ برا کر رہے ہو۔"(۷)

کوئی پڑوسی اگر برائی کرے تو گھر چھوڑ کر دوسرا بہتر پڑوس تلاش کرو، مگر اس کی

---

(۱) ادب المفرد۔ (۲) ایضاً۔ (۳) مرقس ۱۲-۳۰ (۴) مسلم۔ (۵) مشکوٰۃ۔ (۶) مسند احمد۔ (۷) سنن ابن ماجہ۔

برائی کے بدلہ میں تم اس کے ساتھ برائی نہ کرو، یہ احسان خود اس کو شرمندہ کرے گا، چنانچہ ایک دفعہ ایک صحابی نے آکر شکایت کی کہ یارسول اللہ! میرا پڑوسی مجھے ستاتا ہے، فرمایا جاؤ صبر کرو، اس کے بعد پھر شکایت لے کر آئے، پھر یہی نصیحت کی، وہ پھر آئے اور یہی عرض کی، فرمایا جاکر تم اپنے گھر کا سامان راستہ میں ڈال دو (گھر سے منتقل ہونے کی صورت بناؤ) ان صحابی نے یہی کیا، آنے جانے والوں نے پوچھا، بات کیا ہے؟ انھوں نے حقیقت حال بتائی، سب نے ان کے پڑوسی کو برا بھلا کہا، یہ دیکھ کر وہ ایسا شرمندہ ہوا کہ وہ ان کو منا کر پھر گھر میں واپس لایا، اور وعدہ کیا کہ وہ آئندہ نہ ستائے گا۔ (۱)

ان تعلیمات کا یہ اثر تھا کہ ہر صحابی اپنے پڑوسی کا بھائی اور خدمت گذار بن گیا تھا، ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ حضرت جابرؓ گوشت کا بڑا لوتھڑا لٹکائے جارہے ہیں، پوچھا کیا ہے؟ عرض کی امیر المؤمنین! گوشت کھانے کو جی چاہا تھا تو ایک درہم کا گوشت خریدا ہے، فرمایا: اے جابر! کیا اپنے پڑوسی یا عزیز کو چھوڑ کر صرف اپنے پیٹ کی فکر؟ کیا چاہتے ہو، کیا یہ آیت یاد نہ رہی؟ (۲)

﴿يَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا.﴾ (۳) (جس دن کافر دوزخ پر پیش ہوں گے، (ان سے کہا جائے گا) تم اپنے مزے اپنی دنیا کی زندگی میں لے جاچکے اور اس سے فائدہ اٹھا چکے)۔

غور کرو کہ گوشت کا وہ لوتھڑا بھی جس میں اپنے پڑوسی اور محتاج عزیز کا حصہ نہ ہو، وہ دنیا کی مکروہ لذت قرار پاتی ہے، جس کے مواخذہ کا ان کو ڈر لگتا ہے۔

ہمسایوں میں دوست و دشمن اور مسلم و غیر مسلم کی تمیز بھی اٹھ گئی تھی، حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے ایک دفعہ ایک بکری ذبح کی، ان کے پڑوس میں ایک یہودی بھی رہتا تھا، انھوں نے گھر کے لوگوں سے دریافت کیا کہ تم نے میرے یہودی ہمسایہ کو بھی بھیجا؟ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا ہے کہ مجھے جبرئیل ہمسایہ کے ساتھ نیکی کرنے کی اتنی تاکید کرتے رہے کہ میں سمجھا کہ وہ اس کو پڑوسی کے ترکہ کا حقدار بنادیں گے۔ (۴)

☆ ☆ ☆

(۱) ادب المفرد۔ (۲) موطا امام مالک۔ (۳) سورۂ احقاف/۲۔ (۴) ابوداؤد۔

ندوۃ العلماء کی دعوت
اور
علوم نبوت کی اشاعت

ندوۃ العلماء درحقیقت قدیم وجدید کی مصنوعی تقسیموں اور سطحی بحثوں سے بالاتر ہے، قدیم وجدید کا حقیقت میں کوئی وجود نہیں، اسلام نہ قدیم ہے نہ جدید، نہ مشرقی ہے نہ مغربی، نہ ندوی ہے نہ دیوبندی، نہ علی گڑھی ہے نہ کچھ اور۔

وہ پانی، ہوا، اور غذا کی طرح ہر زمانہ میں یکساں اور ہر شخص کے لیے ضروری، اور آفتاب کی طرح ہمیشہ سے زندہ وتابندہ ہے، وہ ایک ازلی وابدی اور آسمانی پیغام ہے جو زمانہ وتاریخ، زبان و ادب اور معاشرت واجتماع کے اثرات سے آزاد اور ماوراء ہے، اس لحاظ سے ندوۃ العلماء کی دعوت کو بھی قدیم وجدید کے چھوٹے چھوٹے پیمانوں سے ناپنا درست نہیں، جو عین اسلام کی دعوت، علوم نبوت کی ترجمانی واشاعت اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نیابت ووراثت ہے۔

(مولانا سید محمد الحسنیؒ)

Designed at: S.F.Graphix, Lko.
Mob.: 9936265406

Printed at : Kakori [illegible] Press, Lko.
P[illegible]522-65[illegible]3, 2629616